بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر ۹	بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء مطابق ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ	جلد ۱۱

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام سے عا؍ طلب سے عہ؍

غیر ممالک سے ہا؍

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا اور چوہدری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشحیذ کی طرف احباب توجہ فرماویں

میں احباب کرام کی خدمت بابرکت میں کئی بار عرض کرچکا ہوں کہ تشحیذ ان کے موجودہ امام کا جاری کردہ رسالہ ہے اس لئے اس کی آن بان کو قائم رکھنا جو اسکی کثرت اشاعت پر منحصر ہے اس کے فرائض میں داخل ہے۔

میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تشحیذ کو وقت پر عمدہ مضامین کے ساتھ نکال دیتا ہوں۔ اس مہینے کا رسالہ جس حالت میں شائع ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں وبائی تپ کے شدید حملے میں ماخوذ۔ اور جہاں تک ظاہر اسباب پر نظر پڑتی تھی مجھے اپنے بچنے کی امید نہ تھی مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی دعاؤں کو سنا اور مجھے افاقہ ہوا۔ یہ سطور ابھی بستر علالت پر لیٹے لیٹے لکھ رہا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسی روح فرسا حالت میں بھی مجھے رسالہ ہی کا خیال ہے پس آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں۔ رسالہ کی توسیع اشاعت میں کوشاں ہوں۔ کم ازکم خریدار اتنے تو ہوں کہ ان کا چندہ سالانہ اخراجات تشحیذ کو ادا کرسکے۔ موجودہ حالت بہت نازک ہو رہی ہے۔ اور اس کے دجوہات میری سمجھ سے بعید ہیں۔ کیونکہ رسالہ کی موجودہ ترتیب کو عام طور سے بہت پسند کیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ گذارش کر دی۔ اللہ اثر دے۔ ۲۰ اگست ۱۹۱۶ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

قادیان

بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۶ء

انبیاء کی شان

از روئے

بائبل و قرآن

نبی ہر ایک بشری کمزوری سے پاک ہوتا ہے

تمام مذاہب کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے رشیوں منیوں اور نبیوں کے ذریعہ فرمائی ہے اور انہیں کی وساطت سے وہ اصول اور قواعد لوگوں تک پہنچائے ہیں جن پر چلکر نجات حاصل ہو سکتی ہے گو اس سلسلہ کو ویدوں کے ماننے والے صرف انہی چار رشیوں پر ختم کرتے ہیں جن کی نسبت اُن کا یہ خیال ہے کہ ابتدائے آفرینش سے چار جوان جوان رشیوں کو پیدا کر کے ان

پر وید نازل کئے گئے تھے۔ اور یہودی صاحبان حضرت موسٰی علیہ السلام تک کے انبیاء کو ماننے کے بعد اپنے زعم باطل میں کسی آنے والے کی نسبت باطل خیالات کو دل میں جاگزین کرنے کی وجہ سے اس نعمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور اسی طرح عیسائی صاحبان حضرت مسیح تک کے انبیاءؑ پر ایمان لاکر آیندہ کے لئے اس در رحمت کو مسدود یقین کر چکے ہیں۔ نیز آجکل کے مسلمان بھی اسلام کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالے کا یہ فضل بند ہو چکا ہے۔ یعنی اب خواہ کوئی کتنا ہی زہد و اتقا میں بڑھ جائے نبوت کے فیض سے ہرگز مستفیض نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ آپ کی اتباع کی وجہ سے ایک عظیم الشان نبی **حضرت مرزا غلام احمد صاحب** مسیح موعودؑ ان کے سامنے آچکا ہے اور زمین و آسمان نے اسکی صداقت کی گواہی دیدی ہے اور دے رہی ہے۔ اور آپ کا یہ کلام مبارک روز روشن کیطرح پورا ہو رہا ہے کہ :۔

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمین + ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

بھر حال۔ تمام مذاہب والے اس بات پر متفق ہیں کہ خدا تعالے نے دُنیا میں کسی نہ کسی وقت ایسے لوگ ضرور بھیجے ہیں جو اسکی مخلوق کی رہنمائی کا باعث ہوئے ہیں اور اسکی شناخت کا ذریعہ ٹھہرے ہیں اور انہی کی لائی ہوئی باتوں پر ہر ایک مذہب کی بُنیاد رکھی گئی ہے۔ گو اس وقت ان مذاہب کی شکل اور ہیئت کچھ ہی نظر آتی ہو۔ تاہم یہی سچی اور پکی بات ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کی ابتدا خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں نے ہی کسی نہ کسی وقت میں رکھی ہے۔ اور یہی پاک اور مطہر انسان مخلوق کا خالق سے تعلق پیدا کرانے کا باعث ہوئے ہیں ورنہ ناممکن تھا کہ انسان ضعیف البنیان اپنی کوشش اور ہمت سے کوئی ایسا طریق اور رستہ اختیار کر لیتا جس سے اپنے معبود حقیقی کی رضا اور رغبت کے مقام تک پہنچ سکتا۔ پس خدا تعالے نے جو انسانی کمزوری کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔ انبیاء کے سلسلہ کو اسی غرض کے لئے جاری فرمایا۔ کہ میرے بھیجے ہوئے کے ذریعہ مجھ تک پہنچنے کا رستہ معلوم ہو۔ اگر کوئی انسان تھوڑی دیر کے لئے بھی غور کرے تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ضرور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ ہر ایک انسان طبعی طور پر اس بات کی خواہش رکھتا ہے کہ غفلتوں۔ لغزشوں۔ کمزوریوں۔ جہالتوں۔ تاریکیوں۔ نفسانی حملوں

ٹھوکروں۔ وسوسوں۔ اور دُنیا کی انواع واقسام کی آفتوں اور بلاؤں سے بچایا جائے۔ اور آخرکار متاعِ دُنیا سے چھڑایا جائے۔ لیکن یہ ہو نہیں سکتا جبتک کہ کوئی زبردست ہاتھ اسکی مدد اور رہنمائی نہ کرے جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں۔ انسان ایک ضعیف اور کمزور خلقت ہے۔ اس لئے ایک دم کے لئے بھی وہ اپنے نفس پر اس بات کا بھروسہ نہیں رکھ سکتا کہ وہ خود بخود اپنے عقل اور تدبیر سے نفسانی ظلمات اور تاریکیوں سے باہر آسکے گا۔ اسکے لئے خدا تعالےٰ اپنے خاص بندوں کو نفسانی آلائشوں کے چھڑانے کے کام پر متعین کر کے اپنے دست خاص سے انکی مدد اور نصرت فرماتا ہے اور انھیں ایسا علم اور فہم دیتا ہے کہ جسکے سیکھنے اور جسپر عمل کرنے سے نہ صرف وہی پاک اوصاف ہو جاتے ہیں بلکہ ہر ایک وہ انسان جو ان کی پیروی کرتا ہے ہر ایک قسم کی تباہی اور ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور صرف محفوظ ہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اعلےٰ سے اعلےٰ مدارج پر بھی پہنچ جاتا اور خدا تعالےٰ کے مقرب اور پیارے بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ صحیفہ فطرت میں خدا تعالیٰ نے انسانی کمزوری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۔ یعنی انسان کی پیدایش میں ہی کمزوری اور ضعف رکھا گیا ہے۔ ہر ایک عقلمند اور دانا انسان اپنی پیدائشی کمزوری کو جانتا ہوا ضرور اسبات کا احساس رکھتا ہے کہ واقعہ میں انسان خود بخود بدی کی کششوں کو روکنے اور انواع واقسام کی بدیوں سے بچنے کی تدابیر نہیں سوچ سکتا۔ بلکہ اسے کسی ایسے کامل رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جسے اس خدا کی طرف سے جو تمام طاقتوں کا سرچشمہ ہے خاص طاقت اور ہمت عطا ہو۔ اور خدا تعالےٰ نے اسے اس کام کے لئے چن لیا ہو کہ لوگوں کی رہنمائی کرے۔ ایسے انسان کی اتباع واقعی طور پر ہر ایک قسم کی بدیوں اور برائیوں۔ غفلتوں اور جہالتوں۔ ظلمتوں اور تاریکیوں۔ لغزشوں اور کمزوریوں۔ نفسانی حملوں اور وسوسوں سے چھڑا سکتی ہے اور نجات دلا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ انسان یعنی انبیاء اپنی کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ بلکہ اس طرح خدا تعالےٰ کے تصرف اور قبضہ میں ہوتے ہیں جس طرح ایک انسان کے قبضہ میں کل ہوتی ہے۔ وہ نہیں بولتے جبتک کہ خدا انھیں نہ بلائے۔ وہ کوئی کام نہیں کرتے جبتک کہ خدا ان سے نہ کروائے۔ ان سے وہ تمام طاقتیں سلب کر لی جاتی ہیں۔ جنکی وجہ سے انسان خدا تعالےٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ وہ کامل نمونہ اور اسوہ حسنہ

ہوں۔ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک بے جان چیز کی طرح ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے تمام افعال اور اقوال اسی کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ ہر طرح کے نقصوں اور عیبوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔ تا وہ لوگوں کو پاک کریں۔ وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے متمتع کئے جاتے ہیں۔ تا وہ لوگوں کو بھلائی اور خیر کی تعلیم دیں۔ وہ ہر طرح کی خوبی اور صفت سے متصف کئے جاتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگوں کو متصف کریں۔ وہ دُنیا کے لئے کامل نمونہ ہوتے ہیں اور گو وہ انسانی شکل و صورت میں جلوہ فرما ہوتے ہیں لیکن دراصل انہیں خدائی ہاتھ کام کر رہا ہوتا ہے۔ ان کا جینا۔ ان کا مرنا۔ ان کا اُٹھنا۔ ان کا بیٹھنا۔ ان کا ہنسنا۔ ان کا بولنا سب کچھ خدا ہی کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کسی کمزوری کے مرتکب نہیں ہوتے اور نہ کوئی گناہ ان سے سرزد ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بہت سی ایسی آیات ہیں۔ جن سے انبیاء کرام کی اس صحیح اور اعلےٰ شان کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶-۱۶۳) تو کہدے۔ کہ میری تو یہ حالت ہے کہ میرا اپنا کچھ بھی نہیں۔ حتیٰ کہ میرا جسم بھی میرا نہیں۔ میری عبادت۔ میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا کچھ بھی میرا نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہی ہے جو رب العٰلمین ہے۔ پھر آپ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۸-۱۷) جب تو نے مارا تو تُو نے نہیں مارا۔ بلکہ اللہ نے مارا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل خدا تعالیٰ کا اپنا فعل قرار پا گیا۔ اور جو کچھ آپ نے کیا۔ وہ آپنے نہیں کیا بلکہ دراصل خدا نے کیا تھا۔ پھر یہاں تک فرما دیا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (۵۳-۳) کہ یہ تو اپنی مرضی اور خواہش سے زبان بھی نہیں ہلاتا۔ بلکہ جو کچھ بولتا ہے۔ وحی سے ہی بولتا ہے۔ یعنی اس کا بولنا بھی خدا ہی کا بولنا ہے۔ آپ کی یہ شان بتا کر جو سراپا طہارت اور پاکیزگی تھی پھر آپ سے تمام دُنیا کو یہ کہلا دیا۔ کہ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (۳-۲۹) اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اور میرے نمونہ کو دیکھ کر اس کے مطابق چلو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تم کو اپنا محبوب بنا لیگا۔ اور تم سے محبت کرنے لگ جائیگا۔ یہ انبیاء کا درجہ اور مقام ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے اور انکی پیروی

سے خدا انسان کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے +

پس خدا تعالےٰ جن لوگوں کو اپنی طرف سے نبی اور رسول کر کے دُنیا کی طرف بھیجتا ہے وہ ہر طرح کی انسانی کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنا سخت غلطی ہے کہ وہ بھی کسی گناہ کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جب ان کے آنے کی غرض ہی یہ ہو۔ کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے احکام پر چلائیں۔ بُرائیوں اور بدیوں سے چھڑائیں۔ نقائص اور عیوب سے پاک وصاف کریں۔ لیکن وہ خود ہی خدا تعالےٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے کسی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہوں۔ تو اوروں کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔ نیز اگر وہ انسان جن کو خدا تعالیٰ چُنکر اور مخصوص کر کے اپنی مخلوق کی رہنمائی کے لئے بھیجتا ہے۔ وہ بھی گناہ کے مرتکب ہو سکتے اور کسی فعل مذموم سے اپنے آپ کو نہ بچا سکتے تو پھر ناممکن تھا۔ کہ دُنیا کا کوئی بھی انسان بدیوں اور برائیوں اور گناہوں سے اپنے دامن کو ملوث نہ ہونے دیتا۔ اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ پیدا کر سکتا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ خود پاک اور مطہر ہستی ہے۔ اس لئے اس کا تعلق بھی پاک لوگوں سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب نبی بھی اپنے آپ کو پاک نہیں رکھ سکتا تو اور کسی کی کیا طاقت ہے کہ پاک رہے اور جب کوئی بھی پاک نہ ہوا۔ تو گویا کسی کا بھی خدا سے تعلق نہ ہوا اس صورت میں انبیاء اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ لوگوں کا سلسلہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اور ان کا آنا بھی بے سود۔ حالانکہ ان کی آمد کے سہارے مذاہب قائم ہیں۔ اور پھر ہر ایک مذہب والے یہ دعویٰ بھی بڑے زور سے کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب پر چلکر انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تک پہنچ سکتا ہے اپنی حالت کو درست اور عمدہ بنا سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کوئی رہنما ہی نہیں۔ تو راہ رو منزلِ مقصود پر کس طرح پہنچ سکتا ہے لیکن اصل بات یہی ہے کہ انبیاء اور مرسلین کا وجود ایک ایسا با برکت اور سراپا نور ہوتا ہے۔ جو انسانوں کو برکت دینے اور انکے تاریک دلوں کو منور کرنے کا واحد ذریعہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی بشری کمزوری اور نقص نہیں ہوتا۔ وہ کسی انسانی آلایش اور کدورت سے حصّہ نہیں رکھتا۔ تا لوگوں کی نظروں میں ناکمل اور ناقص نمونہ نہ ٹھہرے۔ اور مخلوقات کو راہِ راست پر لانے میں کسی قسم کی کمزوری نہ دکھلائے۔ وہ ہر طرح

سے کمل اور ہر ایک کمزوری سے منزہ کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اسکی ہر ایک حرکت و سکون خدا تعالے کے لئے ہی ہوتا ہے۔ اسکی خواہشات اور جذبات اپنے نہیں ہوتے۔ اس لئے اس کا حرکت و سکون محبت و عداوت۔ رحم و غضب۔ عفو و انتقام سخاوت و شجاعت اسکی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سب کچھ چونکہ خدا تعالے کی منشاء اور ارادہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس لئے گویا خدا ہی کا ہوتا ہے۔ پس جو انسان بکلی خدا تعالے کے ہاتھ میں ہو۔ اور اپنا کچھ بھی نہ رکھتا ہو۔ اسکی نسبت کوئی عقلمند یہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ بھی کسی گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ یا کوئی غلطی اس سے سرزد ہو سکتی ہے۔ اس لئے آجتک جسقدر بھی انبیاء گذرے ہیں انکی نسبت یہی خیال رکھنا ضروری ہے کہ واقعہ میں وہ کسی گناہ اور برائی کے مرتکب نہیں ہونگے اور اگر کسی کتاب میں انکے متعلق اس کے خلاف کچھ لکھا ہوا ہو۔ تو اسے غلط قرار دے کر مسترد کر دینا ہر ایک ایسے انسان کا فرض ہونا چاہیئے جو ان کو نبی مانتا ہے۔

بائبل اور قرآن میں انبیاء کا ذکر

اس وقت اسلام اور عیسائیت دو ایسے مذہب ہیں جن میں بہت سے نبیوں کا اشتراک پایا جاتا ہے یعنی بعض وہ انبیاء جنکو عیسائیت کی کتاب مقدس (بائبل) میں نبی قرار دیا گیا ہے۔ انہی کو اسلام کی مقدس کتاب (قرآن) نے نبی کر کے پکارا اور نبوت کی تصدیق کی ہے۔ ان انبیاء کے متعلق یہاں تک تو ان دونوں کتابوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ایک بہت بڑا فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ بائبل میں جن کو نبی قرار دیا گیا ہے ان میں سے بعض کیطرف ایسی ایسی باتیں بھی منسوب کی گئی ہیں جن سے کہ انکی شان بہت اعلےٰ و ارفع ہے۔ چونکہ قرآن شریف نے بھی ان کو نبی قرار دیا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ان کے اس قسم کے غلط الزاموں کی تردید کرتے ہوئے جو بائبل کے رو سے ان پر عائد ہوتے ہیں ان کی شان کو واضح طور پر ظاہر کر دیں۔ اور ساتھ ہی بائبل کی کمزوری کو بھی بتا دیں۔ کیونکہ ایک طرف تو بائبل ان کو نبی اور خدا کے برگزیدہ بندے قرار دیتی ہے لیکن دوسری طرف وہ وہ باتیں منسوب کرتی ہے۔ جو صرف ایک معمولی انسان سے منسوب ہو سکتی ہیں۔ نیز اس طرح قرآن شریف کا ایک نیا معجزہ عالم شہود پر آجائے گا

کیونکہ بائبل کے رو سے کسی نبی پر جو الزام بھی عائد ہوتا ہے۔ اسی کو کسی نہ کسی پیرایہ میں قرآن کریم نے دفعہ کیا ہے۔ اور اس نبی کی اصل شان پر کسی قسم کی گرد و غبار کو پڑے نہیں رہنے دیا۔ یہ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا ایک زبردست اور بالکل نیا ثبوت ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اس سے دانا اور عقلمند انسان جہاں یہ سمجھ جائینگے۔ کہ بائبل کی رو سے جو اعتراضات انبیاء پر وارد ہوتے ہیں۔ وہ غلط ہیں۔ وہاں یہ بھی جان لینگے۔ کہ واقعی قرآن شریف ہی خدا تعالیٰ کی کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں انبیاء کی وہی شان نظر آتی ہے۔ جو انکے لئے موزون اور ضروری ہے +

حضرت نوح علیہ السلام

اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں۔ نوح علیہ السلام کی نسبت بائبل میں لکھا ہے:۔

"نوح کھیتی باڑی کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اسکی مے پیکر نشے میں آیا اور اپنے ڈیرے کے اندر آپکو ننگا کیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو ننگا دیکھا۔ اور اپنے دو بھائیوں کو جو باہر تھے خبر دی۔ تب سم اور یافث نے ایک کپڑا لیا اور اپنے دونوں کاندھوں پر دھرا۔ اور پچھلے پاؤں جاکے اپنے باپ کی برہنگی کو چھپایا۔ پران کی پیٹھ اسکی طرف تھی۔ کہ انھوں نے اپنے باپ کی برہنگی کو نہ دیکھا جب نوح اپنی مے کے نشے سے ہوش میں آیا۔ تو جو اسکے چھوٹے بیٹے نے اسکے ساتھ کیا تھا۔ اسے معلوم کیا" (پیدایش باب ۹ آیت ۲۰ تا ۲۴) +

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح ایک وقت میں انگور کی مے پی کر اس درجہ آپے سے باہر ہو گئے تھے۔ کہ انھیں اپنے جسم تک کی خبر نہ رہی تھی۔ حتٰی کہ کپڑے اُتار کر ننگے ہو گئے تھے۔ اب یہ دیکھنا چاہئیے کہ کیا ایک نبی ایک ایسے فعل کا مرتکب ہو سکتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ہر ایک نبی دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا کرتا ہے۔ لیکن جو شخص خود نشے میں چور ہو کر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ وہ بھلا دوسروں

کی کہاں فکر رکھ سکتا ہے۔ اپنی عزت اپنی آبرو اور اپنی توقیر کا خیال رکھنا ہر ایک انسان کو دوسروں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے انسان جان۔ مال۔ اولاد۔ اور عیش و آرام۔ غرضکہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور خاصکر انبیاء اس بات کا بہت ہی خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کے بدکاروں اور بد افعالوں کے مد مقابل بنکر انھیں کام کرنا ہوتا ہے۔ اور انکے دام تزویر سے لوگوں کو آزاد کرنا ان کا فرض اوّلین ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے لوگ ہر وقت انبیاء کی مخالفت میں لگے رہتے ہیں۔ اور انکی عزت و آبرو کو برباد کرنے اور اس میں نقص نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ چونکہ انبیاء کو تمام نقائص اور عیوب سے پاک رکھتا ہے۔ اس لئے انکے معاند اور مخالف اپنے ارادوں اور منصوبوں میں ہمیشہ ناکام اور نامراد ہی رہتے ہیں لیکن اگر انھیں واقعہ میں کوئی بات اس قسم کی ملجایا کرتی جو ایک نبی کے لئے باعثِ عار ہوتی۔ تو وہ کبھی ناکام نہوتے۔ پس اگر یہ بات مان لیجائے۔ کہ حضرت نوح نشے میں اسقدر از خود رفتہ ہو گئے تھے کہ اپنے کپڑے اُتار کر ننگے ہو گئے تھے۔ تو یہ ان پر ایک بہت بڑا اعتراض ہوتا جو انکے مخالفین کے ہاتھوں میں ایک ایسا حربہ تھا۔ جس سے وہ انکے برخلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے میں کامیاب ہو سکتے تھے ؂

یہاں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بائبل میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت نوح بیہوش ہو گئے یہ اس وقت ایک مذموم فعل قرار دیا جا سکتا۔ اور حضرت نوح کیطرف منسوب کرنا خاص طور پر برا ہو سکتا ہے۔ جبکہ بائبل انھیں نبی بھی قرار دے۔ اس کے لئے میں بائبل سے ہی بتاتا ہوں کہ وہ حضرت نوح کی نبوت کا کن الفاظ میں اقرار کرتی ہے۔ بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت حضرت نوح علیہ السّلام کی بعثت ہوئی۔ اسوقت دنیا کی یہ حالت تھی کہ:۔

"خداوند نے دیکھا۔ کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی۔ اور اس کے دل کے تصور اور خیال روز بروز بد ہی ہوتے ہیں۔ **تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا**۔ اور خدا نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا روئے زمین سے مٹا ڈالوں گا۔ انسان کو اور حیوان کو بھی اور کیڑے مکوڑے اور آسمان کے پرندوں تک۔ کیونکہ میں ان کے بنانے سے پچھتاتا ہوں۔ **مگر نوح**

پر خداوند نے مہربانی سے نظر کی" "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا۔ اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا" (پیدائش باب ۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی بعثت کا وہ زمانہ تھا۔ جبکہ دنیا فسق و فجور میں پڑ کر غضب الٰہی کی مورد ہو چکی تھی۔ اور خدا تعالیٰ اس پر لوگوں کی بدکاریوں کی وجہ سے عذاب عظیم نازل کرنا چاہتا تھا۔ نیز انسان اس درجہ سیاہ کاری کے مرتکب ہو چکے تھے۔ کہ جنگل کے حیوانوں زمین کے کیڑے مکوڑوں۔ اور آسمان کے پرندوں تک کے لئے باعث ہلاکت ہو رہے تھے۔ ایسے زمانہ میں جس انسان کو خدا تعالےٰ ان بدیوں اور برائیوں کے دور کرنیکے لئے کھڑا کرے۔ اسکی نسبت ایک معمولی عقل والا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ اسے کس طرح کا ہونا چاہیئے بائبل بھی حضرت نوح کی شان کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ "نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا" (پیدائش باب ۶ آیت ۹) یعنی اس زمانہ میں صرف نوح ہی ایک ایسا انسان تھا جسپر "خداوند نے مہربانی سے نظر کی" اور جسے اپنی آغوش شفقت میں لیکر ایک ممتاز شخصیت عطا فرمائی۔ انکے سوا اور کوئی ایسا انسان اس ملک میں نہ تھا۔ جو خدا تعالیٰ کی اس رحمت اور مہربانی کا مستحق ہوتا۔ تو جب حضرت نوح کو خدا تعالےٰ نے اپنے زمانہ میں کامل اور صادق قرار دیدیا۔ اور اس دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے مبعوث فرما دیا۔ جسکی بدیوں اور برائیوں سے وہ خود بھی گھبرا گیا تھا تو وہ کوئی معمولی انسان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی بائبل اسے معمولی انسان کہتی ہے۔ پس جب بائبل سے حضرت نوح علیہ السلام کی یہ شان ثابت ہو گئی تو انکی نسبت یہ بیان کرنا کہ وہ مے پی کر اسقدر نشہ میں آگئے۔ کہ کپڑے اتار کر ننگے ہو گئے تھے ایک سخت بے ادبی کا کلمہ ہے۔ اب ایک اور بات رہجاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ آیا بائبل میں مے کی حرمت بھی آئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو گو ایک نبی اور مصلح کے لئے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہوش و حواس میں رہنا اور از خود رفتہ نہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن اسپر کوئی مذہبی رنگ میں الزام نہیں آسکتا۔ کیونکہ جب اس چیز کا استعمال کرنا ہی ممنوع نہیں۔ تو استعمال کرنے والا گنہگار اور خطا کار ہی کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔ اسکے لئے میں بائبل میں سے مے کی حرمت کی نسبت احبار باب ۱۰ کی آیت ۸ و ۹ کا یہاں لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو یہ ہیں :-

"پھر خداوند نے خطاب کرکے ہارون کو فرمایا۔ کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم مے یا کوئی چیز جو نشہ کرنیوالی ہو۔ نہ پی جیو۔ نہ تو اور نہ تیرے بیٹے۔ تا نہو کہ تم مرجاؤ۔ اور یہ **تمہارے لئے تمہارے قرنوں میں ہمیشہ تک قانون ہے**"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مے کا پینا ممنوع ہے۔ اور یہ حکم صرف حضرت ہارون کے لئے ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے +

اب جبکہ بائبل سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت نوحؑ ایک عظیم الشان نبی اور اپنے زمانہ کے فرد کامل تھے اور یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ مے کا پینا ممنوع ہے۔ تو ماننا پڑیگا۔ کہ بائبل نے حضرت نوح کے مے پینے کا جو ذکر کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اور اگر اسے درست مانا جائے۔ تو انھیں نبوۃ سے جواب دینا پڑے گا۔ اب یہ ایک جائز سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت نوح کے متعلق بائبل میں جو متضاد باتیں ہیں۔ انھیں کس طرح حل کیا جائے۔ اگر نبی مانا جائے تو مے کا پینا انکی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر اس کو درست کہا جائے۔ تو وہ نبی نہیں رہ سکتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ نبی بھی تھے۔ اور اس گناہ کے بھی مرتکب ہوئے تو یہ بھی کوئی ماننے کی بات نہیں ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ایک نبی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے +

چونکہ بائبل اپنے متضاد بیانات کی وجہ سے حضرت نوح کی شان کو اندھیرے میں رکھے ہوئے ہے۔ اور کوئی فیصلہ نہیں دے سکتی۔ اس لئے ہم قرآن شریف کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی نسبت کیا بتاتا ہے۔ اور جو کچھ بتاتا ہے وہ ایک نبی کی شان کے شایاں بھی ہے یا نہیں +

قرآن شریف میں حضرت نوح کے متعلق آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۳-۳۰) کہ اللہ تعالیٰ نے آدم نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو جہان کے لوگوں پر برگزیدگی عطا کی۔ پھر آتا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (۱۱-۲۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور نوح کو ہم نے رسول کرکے اسکی قوم کیطرف بھیجا۔ ان دو آیات اور قرآن کے دیگر بہت سے مقامات سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی بناکر دنیا میں بھیجا۔ تا وہ لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کا موجب ہوں۔ اور ان کو تباہ و برباد ہونے سے بچائیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ

فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۷۱-۱)
کہ ہم نے نوح کو اُسکی قوم کیطرف اس لئے بھیجا کہ وہ اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ اُسکی بدکاریوں
کی وجہ سے اُسپر دردناک عذاب نازل ہو ڈراوے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب خدا تعالےٰ
نے حضرت نوح علیہ السلام کو دُنیا کی اصلاح کے لئے اور بدیوں کو دُور کرنیکے لئے مبعوث
فرمایا۔ تو وہ خود ضرور ہر ایک قسم کی کمزوریوں سے پاک تھے۔ اور انکے دل کے کسی گوشہ یا سینہ
کے کسی کونہ میں کوئی ایسی بات پوشیدہ نہ تھی۔ جو کسی کے نزدیک انگشت نمائی کا موجب ہوسکتی
کیونکہ خدا تعالےٰ ہر ایک ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر ایک انسان کو خوب جانتا ہے پس
جب وہ اپنی مخلوق کو ایک انسان کے سپرد کرتا ہے۔ تو اُسکی نسبت وہ ہر طرح کا علم بھی
رکھتا ہے۔ نہ کہ یونہی اس کے حوالہ کردیتا ہے۔ دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان باوجود
اس بات کا علم رکھنے کے کہ فلاں آدمی میں فلاں کام کرنے کی اہلیت نہیں۔ اسکے سپرد
کوئی کام نہیں کرتا۔ تو خدا تعالےٰ جو عالم الغیب ہے۔ وہ کس طرح اتنا بڑا کام ایک ایسے
انسان کے سپرد کر سکتا ہے۔ جو خود کمزوریوں میں مبتلا ہو پس حضرت نوح کے منزہ عن الخطا
ہونے کا یہی ایک اتنا بڑا ثبوت ہے جسکی تردید نہیں ہوسکتی لیکن بعض ایسے لوگ جو معرفت
حقیقی سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ انبیاء کی شان کے گھٹانے کے مرتکب ہوتے ہیں اور چونکہ
بائبل میں حضرت نوح پر مے نوشی کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے خاص
طور پر اسکی تردید کرکے بتادیا۔ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔
سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّهٗ مِنْ
عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (۳۷-۷۶ تا ۷۸) کہ سلامتی ہو نوح پر جہانوں میں۔ ہم محسنوں
کے ساتھ اسی طرح سلوک کیا کرتے ہیں۔ نوح تو ہمارے مومن بندوں میں سے تھا اسے
کیوں نہ اجر عظیم دیتے۔ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے حضرت نوح کو اپنے مومن بندوں
میں سے فرمایا ہے۔ اور ایک دوسری جگہ قرآن میں یہ بتادیا ہے کہ جو میرے بندے ہوتے
ہیں ان پر شیطان کا کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا۔ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ
مُسْتَقِيْمٌ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ۔ (۱۵-۴۲) اللہ تعالےٰ

شیطان کو فرماتا ہے کہ جو کوئی میرا ہو گیا۔ اُس کو تو نہیں بہکا سکتا۔ اور اُس پر تیرا کچھ قابو نہیں ہے۔ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ ہر ایک وہ انسان جو خدا سے تعلق رکھتا ہے ہر قسم کی آلائشوں اور شیطانی وسوسوں سے پاک ہوتا ہے۔ اور ان پر شیطان کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ اس لئے وہ ان کو صراط مستقیم سے ایک بال بھر بھی سرکا نہیں سکتا۔ پس جب خدا تعالیٰ کے عام بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ تو حضرت نوح جنکی نسبت خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا انکی طرف شیطان کو نگاہ کرنیکی بھی کہاں جرأت ہو سکتی تھی۔ وہ اس سے بالکل مامون اور معصوم تھے۔ اور اسکی ہر ایک چال سے آگاہ۔ اس لئے شیطان کو ان پر کسی قسم کا حملہ کرنیکی جرأت ہی نہ تھی۔ چہ جائے کہ وہ مے پی کر نشہ میں بیہوش ہو جاتے۔ کیونکہ نشہ والی چیز کو تو خدا تعالیٰ خاص طور پر شیطانی افعال میں سے قرار دیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ۔ (۵-۹۲) تحقیق خمر یعنی نشہ والی چیز جوا۔ بُت۔ اور تیر شیطان کے عملوں میں سے پلید ترین فعل ہیں +

چونکہ بائبل کے رو سے حضرت نوح علیہ السلام پر مے پی کر بیہوش ہونے کا الزام عائد ہوتا تھا۔ جو ایک نبی کی شان سے بہت بعید ہے۔ اس لئے قرآن شریف نے اس الزام کو اس طرح دُور کیا۔ کہ ہر ایک نشہ والی چیز کو شیطان کے عملوں میں سے پلید ترین فعل قرار دیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا۔ کہ خدا کے بندوں پر شیطان کا کچھ قابو نہیں ہوتا۔ نیز اس بات کی بھی پورے طور پر تشریح کر دی۔ کہ نوح ہمارا کوئی معمولی بندہ نہ تھا۔ بلکہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اب ہر ایک عقلمند آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نوح کی نسبت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ کہ انھوں نے مے پی۔ اور اُس سے بیہوش ہو گئے۔ قرآن شریف نے ایک عجیب پیرایہ میں حضرت نوح کے اس الزام کو رد کیا ہے۔ یعنی اوّل تو اس الزام کو حضرت نوح پر لگائے جانے تک کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور اس نے یہ بتایا ہے کہ قرآن شریف اس خدا کی طرف سے ہے جو اپنے بندوں کی نسبت اتنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ کہ نادانی کی وجہ سے جو

الزام ان پر لگائے گئے ہوں اُن کو دو مہر لئے +

دوسرے قرآن شریف کی ان آیات نے حضرت نوح علیہ السلام کی ذات والاصفات پر جو سے نوشی کا سیاہ دھبہ تھا۔ایک عام اصل کے ماتحت صاف کر کے خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ انسان کی شان میں پیش کر دیا ہے +

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لیجئے آپ ایک بڑے عظیم الشان نبی گزرے ہیں۔ بائبل میں آپ کی نسبت لکھا ہے:۔

"اور اس ملک میں کال پڑا۔ اور ابرام مصر میں گیا۔ کہ وہاں ٹھہرے۔ کیونکہ ملک میں بڑا کال پڑا تھا۔ اور جب مصر کے نزدیک پہنچا۔ تو اس نے اپنی جورو سری کو کہا کہ دیکھ میں جانتا ہوں کہ تو دیکھنے میں خوبصورت عورت ہے۔ اور یوں ہوگا کہ مصری تجھے دیکھ کے کہینگے۔ کہ یہ اس کی جورو ہے۔ سو مجھ کو مار ڈالینگے۔ اور تجھے جیتا رکھینگے۔ تو کہیو کہ میں اسکی بہن ہوں۔ تاکہ تیرے سبب سے میری خیر ہو۔ اور میری جان تیرے وسیلے سے سلامت رہے" (پیدائش باب ۱۲۔ آیت ۱۰ تا ۱۳)

اس عبارت میں حضرت ابراہیم کیطرف یہ بات منسوب کیگئی ہے کہ انھوں نے اپنی جان بچانے کی غرض سے اپنی بیوی کو جھوٹ بولنے کی تحریک کی۔ مگر اس سے نتیجہ بہت ناگوار نکلا جیسا کہ بائبل کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہے:۔

"سو جب ابرام مصر میں پہنچا۔ مصریوں نے اس عورت کو دیکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے۔ اور فرعون کے امیروں نے بھی اسے دیکھا۔ اور فرعون کے حضور میں اس کی تعریف کی۔ اور اس عورت کو فرعون کے گھر میں لے گئے۔ اور اس نے اسکے سبب ابرام پر احسان کیا۔ کہ اس کو بھیڑ۔ بکری۔ اور گائے بیل اور گدھے اور غلام اور لونڈی اور گدھیاں اور اونٹ ملے۔ پر خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان کو ابرام کی جورو سری کے سبب مار ماری۔ تب فرعون نے ابرام کو بلا کر اسے کہا۔

کہ تُو نے مجھ سے کیا کیا۔ کیوں نہ جتایا۔ کہ یہ میری جورو ہے **تو نے کیوں کہا کہ وہ میری بہن ہے**۔ یہاں تک کہ میں نے اسے اپنی جورو بنانے کو لیا۔ دیکھ یہ تیری جورو حاضر ہے۔ اس کو لے اور چلا جا۔ اور فرعون نے اس کے حق میں لوگوں کو حکم کیا۔ تب انھوں نے اسے اور اس کی جورو کو اور جو کچھ اس کا تھا۔ روانہ کیا۔" (پیدائش باب ۱۲ آیت ۱۴ تا ۲۰)

اس کی تائید کے متعلق بائبل کا ایک اور حوالہ درج کرتا ہوں جو یہ ہے کہ:۔

"ابرہام نے اپنی جورو سری کے حق میں کہا۔ کہ وہ میری بہن ہے" (پیدائش باب ۲۰ آیت ۲)

بائبل کے ان مقامات کو پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اپنی بیوی کو جھوٹ کی ترغیب دی۔ یہاں میں حضرت ابراہیم کی دوسری خطا بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ جو بائبل نے قرار دی ہے تاکہ بائبل کے متضاد بیانات آشکارا ہو جائیں۔ پیدائش باب ۱۲ میں لکھا ہے۔

"اور خداوند نے ابرام کو کہا تھا۔ کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤنگا۔ نکل چل۔ اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ اور تجھ کو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا۔ اور تو ایک برکت ہوگا۔ اور ان کو جو تجھے برکت دیتے ہیں۔ برکت دونگا۔ اور اس کو جو تجھ پر لعنت کرتا ہے۔ لعنتی کرونگا۔ اور دُنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائینگے"

اس شان کے نبی کی نسبت خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ کسی کڑے سے کڑے وقت میں بھی جھوٹ ایسے مذموم فعل کا ارتکاب کرے۔ یا ترغیب دے۔ اس لئے بائبل کے متعلق سوائے اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس میں اس قسم کی باتیں جو انبیاء کی شان کو بٹہ لگانے والی ہیں۔ بعد میں داخل ہوگئی ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم پر بائبل نے جھوٹ کا الزام قائم کیا ہے۔ اس لئے ہم قرآن کریم سے اس کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ اور اصل بات کا کھوج لگاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ (۴-۱۲۴) ابراہیم کے ملت کی پیروی کرو۔ کیونکہ وہ خدا کا مخلص بندہ تھا۔ اور اللہ نے اس کو اپنا خاص دوست بنایا تھا۔ ان آیات میں قرآن کریم حضرت

ابراہیم کی یہ شان بیان کرتا ہے۔ کہ تمام لوگوں کو انکی اقتدا کی تاکید کرتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سے ان کا خاص تعلق ظاہر کرتا ہے۔ بھلا ایسا انسان جسکو خدا اپنی دوستی کے لئے مخصوص کرے۔ جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جب اللہ تعالےٰ ہر ایک انسان کو فرماتا ہے کہ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (۲۲-۳۱) جھوٹی بات کے زبان پر لانے سے بچو۔ تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس کا خاص دوست اس کا ارتکاب کرے۔ اور پھر وہ دوست بھی بنا رہے +

پھر اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم کے متعلق فرماتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (۳۷-۱۱۰ تا ۱۱۲) ابراہیم پر سلامتی ہو کیونکہ وہ ہمارا محسن بندہ تھا۔ اور محسنوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ نیز وہ تو ہمارے کامل مومن بندوں میں سے تھا۔ کیا اب کسی کو وہم بھی آسکتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم جھوٹ بول سکتے ہیں۔ یہ آئتیں انکی شان کو روز روشن کیطرح دکھارہی ہیں۔ اس لئے انکی طرف جھوٹ بولنے کے فعل کو منسوب کرنیکا وہم بھی نہیں آسکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ اپنے اس عظیم الشان نبی کی نسبت یہ الزام معلوم کرکے صاف الفاظ میں اسکی تردید کئے بغیر کہاں چھوڑتا تھا۔ اس لئے اس نے کھلے طور پر فرمادیا۔ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ کہ ابراہیم کو کتاب میں یاد کرو۔ وہ ہمارا سچا۔ اور راستباز نبی تھا۔ اُسکی نسبت کسی جھوٹ کو منسوب کرنیوالے خود جھوٹے ہیں۔ پس جب خدا تعالےٰ نے خود فرمادیا کہ ابراہیم ہمارا سچا بندہ تھا تو پھر کون ہے جو ان کو جھوٹا کہے +

سبحان اللہ قرآن شریف نے صرف چند الفاظ میں ہی اس الزام کی کیسی تردید فرمادی +

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط کی نسبت بائبل ایک ایسا فعل منسوب کرتی ہے۔ جس کو سننے کی بھی

تہذیب اجازت نہیں دیتی جو دیکھنا چاہیں۔ پیدائش باب ۱۹ ملاحظہ کریں * حضرت لوط وہ نبی ہیں۔ جن کی نسبت بائبل میں ہی لکھا ہے کہ :۔

"جس وقت لوط ضغر میں داخل ہوا۔ سورج کی روشنی زمین پر پھیلی۔ تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کیطرف سے آسمان سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور اس سارے میدان کو اور ان شہروں کے سب رہنےوالوں کو اور سب کچھ جو زمین سے اُگا تھا نیست کیا" (پیدایش باب ۱۹ آیت ۲۳-۲۴)

یعنی یہ سزا ان لوگوں کو اس لئے دیگئی کہ انھوں نے لوط کی مخالفت کی۔ اور اسکی آواز پر کان نہ دھرا۔ اب سوال ہوتا ہے۔ کہ جب خداتعالےٰ سے حضرت لوط کا اس قدر تعلق تھا۔ کہ انکے مخالفین کو اس نے نیست و نابود کر دیا۔ تو کیا وہ ایسی غلطی کے مرتکب ہو سکتے تھے اس کا جواب اثبات میں کوئی نہیں دیگا۔ لیکن افسوس کہ بائبل اس کو بڑی تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ جسے پڑھکر ہر ایک عقلمند حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔ اور حضرت لوط کی شخصیت اس کے سامنے ایک ناخوش آیند لباس میں پیش ہوتی ہے لیکن خداوند تعالےٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر کوئی الزام نہیں رہنے دیتا۔ بلکہ انکی حیثیت کو بالکل بے عیب اور نمایاں طور پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اس لئے اس نے حضرت لوط کے متعلق بھی ہر ایک قسم کے شکوک شبہ قرآن شریف کے ذریعہ دور کر دیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (۳۷-۱۳۳) اور تحقیق لوط ہمارے رسولوں میں سے تھا۔ وہ بھلا کسی برائی کا کہاں مرتکب ہو سکتا تھا۔ پھر فرماتا ہے۔ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِىْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (۲۱-۷۴-۷۵) اور لوط کو ہم نے ہر ایک فعل کی حکمت سمجھائی تھی۔ اور ہر ایک قسم کی نیکی اور بدی کا علم دیا تھا۔ اور چونکہ وہ پاک باز تھا۔ اس لئے اسے اس گاؤں سے نجات دی تھی۔ جس

*نوٹ۔ اسی عبارت سے مجھے یہ مضمون لکھنے کی تحریک ہوئی تھی۔ ناظرین بائبل سے ملاحظہ فرمائیں۔ (بلغوی) *

میں اس کے رہنے والے ناپاک کام کرتے تھے۔ وہ کیوں ایسے کام کرتے
تھے۔ اس لئے کہ وہ بہت بُری قوم اور فاسق تھے۔ اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل
کیا۔ کیونکہ وہ ہمارے صالح بندوں میں سے تھا۔

اس آیت نے صاف طور پر بتا دیا ہے کہ حضرت لوط خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ
بندہ تھے۔ اور انہیں خود خدا نے حکمت اور علم سکھایا تھا۔ وہ پاک باز اور صالح تھے
ان کے مخالفین چونکہ بہت بُرے کام کرتے تھے۔ اس لئے انہیں ان کا رہنا بھی اچھا نہ سمجھا گیا
اور انہیں وہاں سے نکالکر خدا نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ اور انکے مخالفین سے یہ سلوک
کیا کہ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ
(۱۵-۷۴-۷۴) زمین کے تختے اُلٹ کر انہیں تہ و بالا کر دیا۔ اور ان پر کنکر اور پتھر برسائے
گئے۔ کیا اگر حضرت لوط کسی الزام کے نیچے ہوتے تو انکے منکرین کے ساتھ یہی سلوک کیا
جاتا۔ ہرگز نہیں اور قطعاً نہیں۔ پس حضرت لوط کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ پھر
دیکھیئے۔ حضرت لوط اپنی قوم کو کہتے ہیں۔ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَ
أَطِيعُونِ۔ (۲۶-۱۶۳) میں تمہارے لئے رسول امین ہوں۔ پس تم اللہ کا تقویٰ اور
میری فرمانبرداری کرو۔ ان کا علی الاعلان اور تمام قوم کو مخاطب کرکے یہ دعویٰ کرنا کہ میں
تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ تم میری باتوں کو مان لو اور بُرائیوں اور بدکاریوں
کو چھوڑ کر اللہ کا تقویٰ اور وہ طرز عمل اختیار کرو جو میرا ہے۔ بتا رہا ہے کہ وہ خود ہر ایک
کمزوری سے پاک اور اللہ کا تقویٰ کرنیوالے تھے۔ ورنہ ناممکن تھا کہ وہ اس طرح کہہ سکتے۔ پھر
جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ
(۶۱-۲) اے مومنو تم دوسروں کو وہ بات کس منہ سے کہتے ہو۔ جو تم خود نہیں کرتے۔ یہ
خدا کے نزدیک بہت ناپسندیدہ بات ہے۔ کہ تم دوسروں کو وہ کچھ کہو۔ جو خود نہیں کرتے تو
حضرت لوط خدا کے رسول ہو کر کس طرح کہہ سکتے تھے۔ مندرجہ بالا حکم عام مومنوں کے لئے
ہے۔ نبی تو خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں۔ انکے لئے اسپر عمل کرنا نہایت ہی ضروری ہے
اور اسکے خلاف کرنا انکی شان کے منافی۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام ہر قسم کے الزام

سے بالکل بری ہیں ✦

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت اسحاق کی نسبت بھی بائبل میں وہی الزام ہے۔ جو حضرت ابراہیم پر لگایا گیا ہے۔ چنانچہ پیدایش باب ۲۶ میں یہ عبارت درج ہے:۔

"سو اضحاق جرار میں گیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے اس سے اس کی جورو کی بابت پوچھا۔ وہ بولا کہ وہ میری بہن ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی جورو کہنے سے ڈرا۔ تا نہ ہو۔ کہ وہاں کے لوگ ربقہ کے لئے اسے قتل کریں۔ کیونکہ وہ خوبصورت تھی" (آیت ۶ و ۷)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسحاق اپنی جان بچانے کے خیال سے اصل رشتہ بتانے سے ڈر گئے۔ کہ یہ لوگ مجھے مار نہ دیں۔ لیکن کسقدر تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ یہ وہ حضرت اسحاق ہیں جنکی شان میں بائبل اس طرح مدح خواں ہے کہ:۔

"خداوند نے اس پر ظاہر ہو کے کہا کہ مصر کو مت جا۔ بلکہ جہاں میں تجھے کہوں اس زمین میں رہا کر۔ تو اس ہی زمین میں بود و باش کر کہ میں تیرے ساتھ ہونگا اور تجھے برکت بخشوں گا۔ کیونکہ میں تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دونگا۔ اور میں اس قسم کو جو میں نے تیرے باپ ابرہام کی ہے۔ وفا کرونگا اور میں تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں کی مانند وافر کرونگا۔ اور یہ سب ملک تیری نسل کو دوں گا۔ اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائینگی"

(باب ۲۶ آیت ۲ تا ۴)

بائبل کی اس عبارت سے پتہ لگتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا۔ کہ:۔

"میں تیرے ساتھ ہونگا۔ اور تجھے اور تیری نسل کو یہ سب ملک دوں گا۔ اور زمین کی سب قومیں تیری نسل سے برکت پائینگی"

خدا تعالیٰ کے ان وعدوں کے ہوتے ہوئے ہرگز امید نہیں ہوسکتی۔ کہ حضرت اسحاق

کو کسی مخالف اور معاند سے جان بچانے کے لئے جھوٹ کی پناہ لینے کا خیال آیا ہو۔ جھوٹ بولکر جان بچانے کو تو ایک ایسا بہادر آدمی بھی جسکو اپنی طاقت اور ہمت پر گھمنڈ ہوتا ہے مذموم سمجھتا ہے۔ اور ایسی زندگی کو ذلت کی زندگی قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک نبی جس کا بھروسہ اپنی قوت بازو پر نہیں بلکہ اُس ہستی پر ہوتا ہے۔ جو سب طاقتوروں سے طاقتور ہے اپنی جان کے جانے کے خوف سے جھوٹ بولے۔ اور جھوٹ بھی ایسا جس سے نہ صرف عزت اور توقیر کو بٹہ لگے بلکہ غیرت کا شیشہ بھی پاش پاش ہو جائے +

اس بات میں تو کوئی کلام نہیں۔ کہ انبیاء کو جسقدر خدا تعالےٰ پر بھروسہ ہوتا ہے۔ اور کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جن آنکھوں سے وہ خدا کو دیکھتے ہیں۔ وہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوتیں۔ اس لئے ناممکن ہے کہ ایک نبی خدا تعالےٰ کی طرف سے ناامید ہو کر اور اس کے وعدوں کو غلط سمجھ کر اپنی جان بچانے کی خاطر خدا تعالےٰ کے احکام کی بھی پروا نہ کرے۔ پس حضرت اسحٰق علیہ السلام پر یہ ایک غلط الزام ہے کہ انھوں نے جھوٹ بولا۔ قرآن شریف نے نبیوں اور رسولوں کی شان کیا ہی پاک الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ حضرت اسحاق کو حضرت ابراہیمؑ کے لئے ایک عظیم الشان بشارت قرار دیکر بیان کرتا ہے۔ کہ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۝ (۳۷- ۱۱۲ و ۱۱۳) کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق کی بشارت دی۔ اور اس اسحاق کو جو کوئی معمولی انسان نہ تھا۔ بلکہ نبی اور صالحین میں سے تھا اور ہم نے ابراہیم اور اسحاق کو برکت دی۔ پس قرآن شریف حضرت اسحاق کو نبی اور صالحین میں سے قرار دیکر اُس الزام کی بڑے زور سے تردید فرماتا ہے۔ جو بائبل انپر قائم کرتی ہے +

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کے نبوت پانے کا بائبل میں عجیب قصہ لکھا ہے جو یہ ہے۔

"کہ جب اضحاق بوڑھا ہوا۔ اور اسکی آنکھیں دھندلا گئیں۔ ایسا کہ وہ دیکھ نہ سکتا تھا۔ تو اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کو بلایا۔ اور کہا اے میرے بیٹے۔ وہ بولا دیکھ میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا کہ اب میں بوڑھا ہوں۔ اور اپنے مرنے کا دن نہیں

جانتا سو اب میں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ اپنے ہتھیار اپنا ترکش اور اپنی کمان
لے۔ اور جنگل کو جا۔ اور میرے لئے شکار کر۔ اور میرے لئے لذیذ کھانا جیسا کہ میں چاہتا
ہوں تیار کر۔ اور میرے آگے لا کہ میں کھاؤں۔ تاکہ میں جی سے اپنے مرنے کے آگے تجھے
برکت بخشوں۔ اور جب اضحاق اپنے بیٹے عیسو سے باتیں کرتا تھا۔ تب ربقہ نے سُنا
اور عیسو جنگل کو گیا کہ شکار مارے اور لے آئے۔ تب ربقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے
ہمکلام ہو کے کہا۔ کہ دیکھ میں نے تیرے باپ کی سُنی۔ کہ تیرے بھائی عیسو سے ہمکلام
ہو کے کہا۔ کہ میرے لئے شکار لا۔ اور میرے واسطے لذیذ خوراک تیار کر۔ تا کہ میں
کھاؤں اور اپنے مرنے سے پیشتر خداوند کے آگے تجھے برکت بخشوں۔ سو اب اے میرے
بیٹے۔ اس حکم کے موافق جو میں تجھے دیتی ہوں۔ میری بات کو مان۔ اب گلے میں جا کے
وہاں سے بکری کے دو اچھے اچھے بچے میرے پاس لا۔ اور میں تیرے باپ کے لئے اُن
سے لذیذ کھانا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ پکواؤں گی۔ اور تو اسے اپنے باپ کے آگے لائیو
تا کہ وہ کھاوے۔ اور اپنے مرنے سے پیشتر تجھے برکت بخشے۔ تب یعقوب نے اپنی ماں
ربقہ سے کہا دیکھ میرے بھائی عیسو کے بدن پر بال ہیں۔ اور میرا بدن صاف ہے۔ شاید
میرا باپ مجھے چھوئے۔ اور میں اس پاس دغا باز سا ٹھہروں۔ اور برکت نہیں بلکہ لعنت
لینا اوپر لاؤں اس کی ماں نے اُسے کہا کہ تیری لعنت مجھ پر ہووے۔ اے میرے بیٹے۔ تو صرف
میری بات مان۔ اور جا کے میرے لئے انھیں لا۔ تب وہ گیا۔ اور انھیں اپنی ماں کے پاس
لے آیا۔ اور اس کی ماں نے لذیذ کھانا جیسا کہ اس کا باپ چاہتا تھا۔ پکایا۔ اور ربقہ نے
اپنے بڑے بیٹے عیسو کی نفیس پوشاکیں جو گھر میں اس پاس تھیں۔ لیں اور اپنے چھوٹے
بیٹے یعقوب کو پہنائیں۔ اور بکری کے بچوں کی کھال اسکے ہاتھوں اور گردن پر جہاں
بال نہ تھے لپیٹی۔ اور وہ لذیذ کھانا اور روٹی جو اس نے تیار کی تھی۔ اپنے بیٹے یعقوب
کو دی۔ تب اس نے اپنے باپ پاس آ کے کہا۔ اے میرے باپ وہ بولا دیکھ میں ہوں۔ تو
کون ہے میرے بیٹے یعقوب اپنے باپ سے بولا۔ کہ میں عیسو ہوں تیرا پلوٹھا۔ جیسا تو نے
مجھ سے کہا میں نے ویسا ہی کیا۔ اُٹھ بیٹھئے اور میرے شکار میں سے کچھ کھائیے۔ تاکہ

تو جی سے مجھے برکت بخشے۔ تب اضحاق نے اپنے بیٹے سے کہا۔ یہ کیونکر ہوا کہ تو نے ایسا جلد پایا۔ اے میرے بیٹے۔ وہ بولا اس لئے کہ خداوند تیرا خدا میرے آگے لایا۔ تب اضحاق نے یعقوب کو کہا اے میرے بیٹے نزدیک آ کہ میں تجھے چھوؤں کہ تو میرا وہی بیٹا عیسو ہے کہ نہیں۔ اور یعقوب اپنے باپ اضحاق کے پاس گیا۔ اور اس نے اسے چھو کے کہا۔ کہ آواز تو یعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں۔ اور اس نے اسے نہ پہچانا۔ اس لئے کہ اسکے ہاتھوں پر اسکے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے۔ سو اس نے اسے برکت دی" (پیدایش باب ۲۷)

اس کے بعد عیسو کے رونے چلانے اور حضرت اسحاق کے دست تاسف ملنے کا ذکر ہے چونکہ یہ عبارت اپنے مفہوم میں صاف ہے۔ اس لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ میں صرف اس کی تردید جو قرآن کریم نے کی ہے۔ بیان کرتا ہوں +

خدا تعالےٰ نے جو انعام حضرت ابراہیم پر کئے ہیں۔ انہیں سے ایک یہ بھی فرمایا ہے۔ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا (۱۹: ۵۰) کہ ابراہیم کو ہم نے اسحاق ایسا لڑکا اور یعقوب ایسا پوتا عطا کیا۔ اور ان تمام کو ہم نے خود ہی نبی بنایا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ ۔ (۲۹-۲۶) کہ ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب دیئے۔ اور صرف اُن کو ہی نبی نہ بنایا۔ بلکہ ان کی نسل میں بھی نبوت قرار دے دی +

یہ دونوں آیتیں بتا رہی ہیں کہ حضرت یعقوب کو خدا تعالےٰ نے خود ہی نبی بنایا تھا۔ اسی لئے انکی ایسی شان تھی۔ کہ خدا تعالےٰ نے انعام کے طور پر حضرت ابراہیم کو جتایا۔ کہ ہم نے تجھے یعقوب ایسا پوتا عطا کیا۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ ہر ایک انسان کیلئے لائق اور قابل اولاد ہی باعثِ فخر ہو سکتی ہے۔ ورنہ جن لوگوں کی اولاد نالائق اور گندی ہوتی ہے۔ انکے لئے وہ کسی خوشی اور آرام کا باعث نہیں ہوتی۔ بلکہ بدنامی اور بے عزتی کا موجب ٹھہرتی ہے اسی لئے بُری اولاد کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اور ایسے والدین دل سے چاہتے ہیں کہ کاش ہماری اولاد ہی نہ ہوتی۔ تا ہم آرام میں رہتے اور بدنامی سے بچتے۔ لیکن وہ اولاد جسکو

بطور انعام سمجھا جاتا۔ اور جسپر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاتا۔ اور جسکو باعث فخر سمجھا جاتا ہے۔ وہ ایسی ہی ہوتی ہے جو اپنے اندر سعادت اور رشد رکھتی ہے۔ اور وہ والدین کی مرضی اور منشا کے مطابق نکلتی ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا تعالٰے جب حضرت ابراہیم کو حضرت یعقوب کی نسبت بار بار انعامی رنگ میں مطلع کرتا ہے اور ان کی نبوت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔ تو پھر ایسے انسان کی نسبت کسی قسم کی دھوکہ دہی یا اس میں شامل ہونے کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ کبھی ہو نہیں سکتا۔ کہ بائبل میں مندرج قصہ سچا مانا جائے۔ اور پھر انھیں نبوت بھی عطا ہو جائے۔ اسکے علاوہ خدا تعالٰے نے اس الزام کی ایک اور بہت عمدہ طور پر بھی تردید فرما دی ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن شریف کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ جب ابراہیم کیطرف اسکے رب نے اپنے احکام بھیجکر آزمایا۔ تو ابراہیم نے ان سب احکام کو پورا کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناؤں گا۔ ابراہیم نے عرض کیا۔ اور میری ذریت میں سے بھی۔ فرمایا۔ ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نبی ہونگے لیکن وہ جو ظالم ہونگے ان کو خدا نبوت نہیں دے گا۔ یعنی خدا تعالٰے نے حضرت ابراہیم کو پہلے ہی مطلع کر دیا تھا۔ کہ تمہاری اولاد سے انھیں کو نبوت دیجائیگی جو ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک ہونگے۔ پس جبکہ دوسری آیات میں خدا تعالٰے نے یہ بیان فرما دیا ہے۔ کہ یعقوب کو ہم نے خود نبی بنایا۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ حضرت یعقوب ایسے انسان تھے جو خدا تعالٰے کے پورے پورے فرمانبردار تھے۔ کیونکہ اگر ایسے نہ ہوتے تو خدا تعالٰے انھیں ہرگز نبی نہ بناتا۔ اور انھیں حضرت ابراہیم کے لئے ایک انعام نہ قرار دیتا۔ پس حضرت ابراہیم کو خدا تعالٰے کے اس فرمانے سے کہ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ حضرت یعقوب کی شان کو ایک نمایاں طور پر ظاہر فرما دیا ہے۔ اس لئے آپ پر دھوکے سے نبوت پانے کا الزام نہیں لگ سکتا +

حضرت ہارون علیہ السلام

ان پر اُس بات کا الزام ہے جس کے مٹانے اور دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ انبیاء کو مبعوث فرمایا کرتا ہے یعنی شرک کا۔ چنانچہ خروج باب ۳۲ میں لکھا ہے:۔

"اور جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ موسیٰ پہاڑ پر سے اُترنے میں دیری کرتا ہے۔ تو وہ ہارون کے پاس جمع ہوئے۔ اور اُسے کہا۔ کہ اُٹھ ہمارے لئے معبود دبنا۔ کہ ہمارے آگے چلیں کیونکہ یہ مرد موسیٰ جو ہمیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ اسے کیا ہُوا۔ ہارون نے انھیں کہا۔ کہ زیور سونے کے جو تمہاری جوروؤں اور تمہارے بیٹوں اور تمہاری بیٹیوں کے کانوں میں ہیں۔ توڑ توڑ کے مجھ پاس لاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سونے کے زیور جو ان کے کانوں میں تھے۔ توڑ توڑ کے ہارون کے پاس لائے۔ اور اُس نے انکے ہاتھوں سے لیا۔ اور

ایک بچھڑا ڈھالکر اس کی صورت حکاکی کے ہتھیار سے درست کی۔ اور انھوں نے کہا۔ کہ اے اسرائیل یہ تمہارا معبود ہے جو تمھیں مصر کے ملک سے نکال لایا۔"

اس عبارت میں حضرت ہارون پر بُت گری اور لوگوں کو اسکی پرستش کرنے کا حکم دینے کا الزام ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر کسی نبی کی ذات پر کوئی ناروا بات نہیں ہو سکتی۔ وہ نبی جسے دُنیا میں خدا تعالےٰ اپنا نام بلند کرنیکے لئے بھیجتا ہے جسکے انکار کو اپنا انکار۔ اور جسکے دشمنوں کو اپنا دشمن قرار دیتا ہے۔ اور جسکے ہر ایک فعل کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے کیا وہ اسکی منشاء کے صریح خلاف کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ خیال آسکتا ہے۔ ہرگز نہیں اس کا نہ اپنا کوئی ارادہ ہوتا ہے نہ خواہش۔ بلکہ سب کچھ خدا ہی کا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی نبی کا ایک معبود بنا کر لوگوں کو پرستش کے لئے دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ گویا خدا نے ہی اپنا شریک بنا کر لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ خدا کی شان سے بہت بعید ہے۔ وہ تو شرک کو ایک بہت بڑا گناہ قرار دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ اِنَّ

اللّٰہ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا۔ (۴-۵۱) بیشک اللہ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشے گا۔ اور اسکے سوا جو گناہ ہونگے۔ ان کو اگر چاہے گا تو بخش دیگا۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔ وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ جس نے شرک کیا اللہ کے ساتھ۔ پس وہ گمراہ ہوا۔ دور کی گمراہی میں۔ گویا خدا تعالےٰ کے نزدیک شرک کرنا ایک ایسا گناہ ہے کہ اسکے مقابلہ میں اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اور تو بخشے جاسکتے ہیں لیکن یہ نہیں بخشا جائیگا۔ جب یہ اتنا بڑا گناہ ہے۔ تو نبی جو چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی نہیں کرتا۔ اس کا کس طرح مرتکب ہوسکتا ہے۔ حضرت ہارون تو وہ نبی تھے۔ جنکی نسبت قرآن فرماتا ہے کہ وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا۔ (۱۹-۵۴) اور موسیٰ کو ہم نے اپنی رحمت اور بخشش سے اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔ پس آپکی نسبت خیال بھی نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے ایسا کیا ہوگا +

لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام پر یہ ایک بہت بڑا الزام لگایا گیا تھا۔ اس لئے قرآن کریم نے اس کے متعلق خاص طور پر بھی صفائی کر دی ہے۔ تاکہ انکے متعلق کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے + چنانچہ اسی واقعہ کے متعلق جو بائبل نے بیان کیا ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کو حضرت ہارون کے سپرد کرکے خود احکام لینے کے لئے طور پر گئے۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ کو کہا۔ وَمَاۤ اَعْجَلَکَ عَنْ قَوْمِکَ یٰمُوْسٰی قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰۤی اَثَرِیْ وَ عَجِلْتُ اِلَیْکَ رَبِّ لِتَرْضٰی قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَکَ مِنْ بَعْدِکَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ (۲۰-۸۵ تا ۸۷) اے موسیٰ کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے جدا کرکے اتنی جلدی یہاں لے آئی ہے۔ موسیٰ نے کہا کہ وہ لوگ میرے پیچھے ہی ہیں۔ اور میں نے تیرے پاس آنے کے لئے اس لئے جلدی کی ہے کہ تو خوش ہو جائے۔ خدا نے کہا۔ پر ہمنے تیرے بعد تیری قوم کو آزمایا۔ اور ان لوگوں کو سامری نے گمراہ کر دیا۔ اس آیت نے اس بات کو صاف کر دیا ہے

کہ حضرت موسیٰ کے بعد انکی قوم کو حضرت ہارون نے گمراہ نہیں کیا تھا۔ یعنی بچھڑا بنا کر نہیں دیا تھا بلکہ ایک شخص سامری نے اس جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسکی مزید تصدیق ایک اور آیت سے بھی ہوتی ہے جو یہ ہے۔ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ( ) کہ ہارون نے اپنی قوم کو پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ اے قوم تم آزمائے جاؤ گے احکام کے ساتھ۔ تم اس وقت یہ بات یاد رکھنا۔ کہ تحقیق تمہارا رب رحمٰن ہی ہے اسکے سوا اور کوئی نہیں۔ پس میری پیروی کرنا۔ اور میرے احکام کو ماننا۔ تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ حضرت ہارون قوم کو ان کے خیالات اور حالات سے اندازہ کر کے پہلے ہی آگاہ کرتے ہیں۔ کہ دیکھو تم پر ایک آزمائش کا وقت آنے والا ہے۔ اس وقت تم اپنے خداوند کو نہ بھول جانا۔ اور اگر تم کہو۔ کہ شائد ہم اس ابتلا سے نہ بچ سکیں۔ اس کے لئے یہ گر یاد رکھو کہ جس طرح میں کروں۔ اسی طرح تم بھی کرتے رہنا۔ جس بات سے میں منع کروں۔ اس سے رک جانا۔ اور جس کے کرنیکے لئے اجازت دوں۔ اسے کرنا۔ اگر اس طرح کرو گے تو پھر کوئی خطرے کی بات نہیں۔ اس طرح صاف الفاظ میں حضرت ہارون کا اپنی قوم کو مطلع کرنا بتا رہا ہے کہ وہ تو اس فعل قبیح کے انسداد کے لئے پہلے سے ہی فکرمند تھے۔ چہ جائیکہ اس کے ارتکاب کے لئے اسباب مہیا کرتے اور خود ایک معبود بنا کر ان کے حوالے کرتے۔ اس قسم کا الزام ان کی طرف منسوب کرنا ایک خطرناک جراءت اور مضرت رساں فعل ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں ہر ایک پہلو سے اس کی تردید فرما دی ہے۔ اور اصل واقعہ کو بھی بیان کر دیا ہے اس لئے ممکن نہیں۔ کہ اب کوئی الزام حضرت ہارون کی ذات والاصفات پر لگایا جا سکے تاہم میں یہاں قرآن شریف کی ان آیات کو بھی درج کئے دیتا ہوں۔ جن میں خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کو اپنے برگزیدہ بندے قرار دیا۔ اور جو ان پر انعام ہوئے تھے۔ ان کا ذکر فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُونَ ۝ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورہ صفٰت رکوع ۴) اور یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا۔ اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو تکلیف شدیدہ سے بچالیا۔ اور ہر میدان میں ہم نے ان کی مدد کی۔ اس لئے وہی غالب رہے۔ اور دونوں کو ہم نے ایک واضح کتاب عطا فرمائی۔ اور دونوں کو راہ راست پر چلایا۔ اور ان کا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں باقی رکھا۔ تاکہ وہ ان کا نمونہ دیکھ کر اپنی حالت کو درست بنا سکیں۔ اور انعامات کے مستحق ٹھہر سکیں۔ سلامتی ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ یہ سلوک ہم نے صرف انہی دو سے نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک نیکی کرنے والے کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ وہ تو ہمارے مومن بندے تھے۔ انہیں کیوں نہ دیتے ÷

ان آیات میں خدا تعالےٰ نے حضرت ہارون کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور ان کی شان کو بھی واضح کر دیا ہے۔ نیز شرک کو ایک ناقابلِ عفو جرم قرار دیکر بتا دیا ہے کہ ان پر یہ بالکل غلط اور بیہودہ الزام ہے ÷

بائبل کی عبارات میں ان انبیاء پر جو الزام تھے۔ ان کی تردید قرآن شریف نے باحسن وجوہ کر دی ہے۔ اب اس بات کا فیصلہ کہ بائبل کی تعلیم درست ہے یا قرآن کی۔ ناظرین پر چھوڑا جاتا ہے ÷

البتہ ناظرین کو مکرر اس بات کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ قرآن کریم کا یہ ایک عظیم الشان معجزہ ثابت ہوا ہے۔ کہ اس نے ان انبیاء کے انہی الزامات کی تردید کی ہے جو ان پر بائبل کے روسے لگائے گئے۔ تاکہ ان کی شان اپنے اصل رنگ میں رونما ہو اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے۔ جو قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کا زبردست ثبوت ہے ÷

غلام نبی (بلانوی)

بشارات القرآن

نمبر ۲

پیشگوئی ۲۲

بقرہ رکوع ۲۵ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَیُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ط - ترجمہ - اور جبکہ ابوجہل وغیرہ ولئے فوج بنایا جاتا ہے - یا حق سے اعراض کرتا ہے - تو پھر وہ کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد مچاوے - اور ہلاک - ویران کرے کھیتیوں کو اور جانداروں کو - اور ایسے مفسدوں کو خدا تعالیٰ پیارا نہیں رکھتا - اور جب اُسے کہا جائے - مومن بنکر خدا سے ڈر - تو اس کو دنیا کی عزت و عظمت حکومت پکڑ لیتی ہے ساتھ گناہ کے - پس کافی ہے اُسکے لئے جہنم +

یہ خدا کی بات قبل از وقت خطرناک اور نازک ترین گھڑیوں میں جو کہی گئی تھی پوری ہوئی یعنے جنگ بدر اور فتح مکہ کے روز ایسے چوہدریوں کا خاتمہ کیا گیا - اور جنگ کی دوزخ میں بھسم ہوئے +

پیشگوئی ۲۳

بقرہ رکوع - ۲۵ - هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ ط وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ترجمہ - یعنے کفار نہیں انتظار کرتے - مگر یہ کہ آوے اُنکے پاس خود اللہ تعالیٰ بادلوں کے سایہ میں - اور فرشتے بھی - تاکہ فیصلہ پا

جائیں امورات متنازعہ فیہا۔ اور اللہ ہی کی جانب تمام امور لوٹنے والے ہیں +

پس اس مُنہ مانگے فیصلہ کے لئے جو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے واسطے بمقابل جماعت مسلماناں طلب کیا گیا تھا۔ اور بطور پیشگوئی کے ہر دو فریق منتظر فیصلہ ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ خود اور اُس کے فرشتے جنگ بدر و اُحد وغیرہ میں نازل ہوئے۔ اور حق و باطل کا کھلا کھلا امتیاز کر کے دُنیا کو دکھا دیا۔ جس کا ذکر آگے سورہ انفال میں انشاءاللہ آئے گا۔ اور بادل بھی فتح کا موجب ہوئے +

پیشگوئی ۲۴

بقرہ رکوع ۳۱۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ ترجمہ۔ اے رسولؐ کیا تو نے نہیں دیکھا ان یہود قوم کو جو موسیٰ کی طرف نکل گئے اپنے وطن سے موت کے خوف سے۔ اور وہ ہزاروں ہزار تعداد میں تھے +

اس آیت میں مفسرین کا بہت اختلاف ہے مگر ہم جناب خلیفۃ المسیح حکیم نورالدین صاحب کے درسی نوٹوں میں سے معنے لکھتے ہیں۔ جو بطور پیشگوئی کے آنحضرتؐ کو فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ۔ یعنے کیا تو نے بذریعہ وحی یا کشف کے نہیں دیکھا ہے۔ یعنے بنی اسرائیل کی اُس خطرناک حالت کو جبکہ وہ فرعون کے مختلف جیلوں میں یصد گونہ عذاب دیئے گئے تھے۔ بگاری پکڑے جاتے تھے۔ سب کمینوں سے نیچ سمجھے جاتے تھے۔ اور اُن کے پیارے فرزند اُنکی آنکھوں کے سامنے ذبح کئے جاتے تھے۔ اور مستورات کے پردے فاش کئے جاتے تھے۔ ایسی موتوں کے حذر سے وہ ہزاروں فرار ہو گئے تھے +

چونکہ اے نبیؐ آپ مثیل موسیٰ ہیں۔ آپ کی قوم کے ساتھ بھی اسی نمونہ کے مصائب آنیوالے ہیں۔ گھبرا نا مت۔ مصائب ہی ترقی کو باواز بلند پکارتے ہیں۔ اور پھر مصائب ہی بدلکر سُکھ ہو جاتے ہیں۔ اور ابتلاؤں کی پُرظلمت رات جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ قوم موسیٰ کے مصائب کو بدلکر ہم نے اُن کو وارث الارض و مالک تخت فرعون بنا دیا تھا۔ ایسا ہی انجام تیری قوم مسلمانوں کے دُکھوں کا ہوگا۔ جو آرام اور آسائشوں سے بدل دیئے جائینگے۔ پس یہ ایک پیشگوئی تھی جو پوری ہوئی +

پیشگوئی ۲۵

بقرہ رکوع ۳۴۔ لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

ترجمہ۔ اے مسلمانوں زبردستی سے دین منوانا سخت منع ہے۔ تحقیق رشد اور بھلائی۔ غی۔ گمراہی سے الگ ہوکر آفتاب کی طرح جو سخت تاریکی سے زور دیکر روشن ہو ہی جاتا ہے۔ نمایاں ہو چکی ہے۔ یعنی عرب کی گمراہی میں سے ہی رشد اور ہدایت کا چراغ روشن ہو جانیوالا ہے۔ اور جس طرح ایک ناپاک پارچہ دھونے سے صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عرب کا شرک وکفر میل کی مانند دُور ہو جانے والا ہے۔ اور جس طرح آئینہ زنگار کے اُتارنے سے صاف وشفاف ہو جاتا ہے اسی طرح عرب کی گمراہی کا زنگار اُترنے والا ہے۔ سو اُتر گیا +

پیشگوئی ۲۶

بقرہ رکوع ۳۶۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ترجمہ۔ مثال اُن لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں مال اپنے اللہ کی راہ اسلامی جنگی ضرورتوں میں۔ مثال ہے ایک دانہ کی۔ جو زمین میں بترکیب بویا جائے وہ اُگ کر سات بالیں لاتا ہے۔ اور ہر ایک بالو میں سَو دانہ ہو۔ اور اللہ تبارک دوگنا کر سکتا ہے جس کے لئے چاہے۔ اور اللہ وسیع علم والا ہے +

آیت ہذا میں اللہ تعالےٰ نے فی سبیل اللہ انفاق کرنے والے صحابہؓ کے اطمینان اور حوصلے بڑھانے کے واسطے یہ ایک بشارت سُنائی ہے۔ کہ جو کوئی ایک دانہ اِس راہ میں خرچ کرے خدا تعالےٰ اپنے فضل واکرام سے اُس دانے کو پہاڑ بنا کر اجر سے مالا مال کرے گا۔ اور جو اس راہ میں جان دے اُسے زندگی ابدی کا وعدہ سُنایا۔ اور ضرور وہ دُکھوں کے بعد سُکھ دیکھیں گے۔ سو اس پیشگوئی کو خلفائے راشدین کے حق میں پورا کر کے دکھایا۔ کہ وہی ابوبکرؓ تھا۔ جو تمام اموال رشتے دار۔ عزیز۔ اور بیوی دشمنوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر اپنے خدا کے مرسل حبیبؐ کے ساتھ مصاحبت

اختیار کرتا ہُوا ایک تاریک پُر ظلمت غار میں اژدہا کے ڈسنے سے اور نبی اللہ کے غم میں آنسو بہلئے۔ آخر ایک دن دُنیا اور دین کا بادشاہ بنایا گیا۔ کیا ایک دانہ اللہ کی خاطر بویا۔ اور سات سے زیادہ اجر پایا تا ابوبکرؓ وغیرہ صحابہؓ کے حق میں پُورا کر کے دکھایا گیا۔ ضرور خدا علیم کل نے جو وعدہ اُس نازک اور پُر خطر گھڑی میں صحابہ کو سُنایا تھا۔ آخر پورا کر کے دکھا دیا۔ اور دُنیا کو معلوم کروا دیا کہ خدا تعالےٰ زندہ موجود ہے ۞

سورۂ آل عمران

پیشگوئی ۲۷

آل عمران رکوع ۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ ترجمہ منکر لوگ جو دشمن ہو گئے۔ ہر گز نہ کفایت کرینگے اُن سے مال اُن کے۔ اور نہ اولاد اُنکی مقابلے اللہ کے کچھ۔ اور یہی منکر وقود النار الحرب ہونگے۔ جس طرح سنت اللہ نے فرعونیوں کے ساتھ اور ان سے پہلے عاد و ثمود کے ساتھ سلوک کیا تھا انھوں نے بھی ہماری آیات کی تکذیب کی تھی پس ان کے گناہ کے سبب اللہ نے گرفتاری کا حکم دیدیا۔ اور اللہ تعالےٰ سخت عذاب کرنے والا ہے خطاؤں کے بعد۔ اے رسولؐ تو کہدے اپنے منکروں کو۔ کہ اسی طرح وہ دن قریب ہے کہ مغلوب کئے جاؤگے۔ اور دنیوی مغلوبیت کے بعد جہنم کیطرف اکٹھے کئے جاؤگے اور وہ بُری بے آرامیوں کی جگہ ہے۔ اور بیشک تمہارے لئے اِن دو جماعتوں کے ملنے میں

ایک زبردست نشان ہے۔ کہ ایک فوج لڑتی ہے محض اللہ ہی کی راہ میں۔ اور دوسری انکے منکرین کی۔ اور کفار کی نظروں میں مسلمان دُگنے دکھائی دیتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ زور بخشتا ہے ساتھ مدد اپنی کے جسے چاہے۔ اور تحقیق اُس میں بڑی عبرت ہے صاحبان عقل کے لئے ٭

اِن آیات میں اللہ تعالےٰ نے بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں۔ (اوّل) کفار کے مال اور اولاد اُنکی گرفتاری کے دن کچھ کام نہ آئینگے (دوم) وہ النار الحرب میں جھونکے جائینگے (سوم) فرعونیوں۔ اور عاد و ثمود جیسا اُن سے سلوک کیا جائیگا۔ (چہارم) انھیں بہت جلد مغلوب کیا جائے گا (پنجم) انھیں جہنم دکھایا جائے گا۔ (ششم) کفار اور مومنین میں سے دیکھیں گے کہ کس کی عزت کی جائے گی۔ (ہفتم) کفار کی فوج ٹیلہ پر ۹۰۰ تھی۔ اور مسلمان ۳۱۳ تھے اور مسلمان کفار کی آنکھ میں دُگنے دکھائی دیتے تھے۔ یہ بھی ایک فتح کی علامت رعب داب والی تھی۔ اِن دو جماعتوں میں سے اللہ خود جسکی چاہے گا نصرت کرے گا۔ اور ان پیشگوئیوں میں صاحبان عقل کے لئے بڑے عبرتناک نشان ہیں۔ یہ سب باتیں خدا نے قبل از وقت کہیں تھیں جو پوری ہوئیں ٭

پیشگوئی ۲۸

عمران رکوع ۳۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ترجمہ۔ بیشک تمام ادیان میں سے ایک اسلام ہی اللہ کے پاس پسندیدہ دین ہے ٭

یہ ایک زبردست پیشگوئی ہے جس کا مقابلہ آجتک کوئی یہودی اور عیسائی وغیرہ نہیں کرسکے ہیں۔ اور آیندہ کے لئے نہ کرسکنے پر دلیل قاطع ہے۔ اوّل تو اسلام میں یہ ایک خوبی بے مثل اور بے نظیر ہے کہ مذہب کا نام کتاب اللہ ہی نے تجویز فرمایا ہے۔ یعنے نام بھی انسان کی رائے کا محتاج نہیں ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ خدا کے نام پر مذہب کا نام ہونا اس مذہب کے منجانب اللہ ہونے پر قوی برہان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اسلام ہے اور دین کا نام بھی اسلام ہے یعنے ہر ایک قسم کی سلامتی کا سرچشمہ جو ہے وہ خدا ہے۔ اُسکے مذہب کا

نام بھی وہی معنے رکھتا ہے۔ یعنے سلامتی کا سمندر ٭

اور تیسری خوبی اسلام کے پسندیدہ ہونے میں یہ ہے۔ جس کا مقابلہ کوئی مذہب موجودہ مذاہب عالم میں سے ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا ہے کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ یہ ایک دعوی ہے۔ کہ تمام ادیان میں سے ہمیشہ کے لئے خدا کو ایک اسلام ہی پسند آگیا ہے ٭

دلیل اسپر یہ ہے کہ محبوب حقیقی جس مذہب والوں سے بولے۔ اور اپنی الوہیت کی رازکشائی کی گفتگو کسی نہ کسی کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس مذہب کے پسند آجانے پر ایک بیّنہ دلیل ہے۔ اور جن مذاہب کے ساتھ وہ خدا قدوس بول چال ترک کردے۔ اور کسی بشر کے ساتھ بولنا پسند نہ فرماوے۔ اُن مذاہب والوں پر اُس کے ناراض ہونیکی روشن دلیل ہے۔ اُس مکالمہ الٰہیہ کا نام وحی والہام وکشوفات ورویائے صادقہ ہیں۔ چونکہ اسلام کے سوائے کسی مذہب میں یہ سلسلہ مکالمہ الٰہیہ نہیں پایا جاتا ہے اور نہ ان کو آیندہ اس نعمت عظمیٰ کے ملنے کی کوئی امید ہے۔ اس لئے ثابت ہوا۔ کہ خدا نے دیگر مذاہب کو متروک اور مہجور کی مانند اپنے حضور پاک سے پیچھے دھکیل دیا ہے اور جو مذہب قرب حضور میں داخل ہے وہ اسلام ہی ہے ٭

پس یہ خدا کی بات کہی ہوئی آج تک بمقابلہ دشمن غالب ہو رہی ہے ٭

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

اِس جگہ سورۃ سے مُراد ایسا کلام ہے جو عظیم الشان ہو۔ اور مقدار کے لحاظ سے ایک حِصّہ کتاب کہلا سکے خواہ چھوٹا سا ہی ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سے سورہ کوثر بھی قرآن کریم کا ایک حصّہ ہے +

(۱) مِنْ مِّثْلِهٖ کے معنے ہیں اِسکی مثل میں سے۔ یا اُسکی مثل +

(۲) بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے الفاظ میں اس بات کو بھی ظاہر کر دیا ہے کہ جو کلام قرآن کریم کے مقابلہ کے لئے پیش کیا جائے۔ اس میں مماثلت کے لئے عظمت و رفعت کی صفت پائی جانی ضروری ہے۔ قرآن کریم نے اپنی رفعت اور عظمت کے وجوہ آپ بیان فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

(۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ ۲ آیت) یعنے یہ کتاب ہر ایک متقی کے لئے کامل ہادی ہے۔ خدا تعالٰے تک پہنچنے کی کوئی ایسی راہ نہیں جو اس میں بیان نہوئی ہو یا ناقص طور پر بیان ہوئی ہو۔ اگر ایک شخص تقوٰی کے کسی اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ تو اِسکی ترقی کے لئے بھی یہ کامل رہنما ہے اور اگر کسی شخص نے اس راہ کیطرف آنے کے لئے ابھی پہلا ہی قدم اُٹھایا ہے تو اُس کے لئے بھی یہ کامل رہبر ہے +

(۳) اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل ۱۵ع ۱ آیت) یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے اس راہ کیطرف جو سب سے بڑھ کر سیدھی اور درست ہے +

(۳) اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ (شوریٰ ۴۲ آیت ۲۸) اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے یہ کتاب حق اور میزان کے ساتھ نازل کی ہے۔

یعنے نہ صرف اسکی تعلیم نہایت درست اور حق ہے بلکہ اس میں وہ دلائل بھی ہیں جن سے
اس تعلیم کی اور اس کتاب کے تمام دعاوی کی حقیت ثابت ہوتی ہے۔ کوئی دعوی اس
میں بلا دلیل نہیں ہے +

(۴) قیمة۔ (بینہ ع۹۸ آیت ۴) اسی میں درست اور صحیح کتابیں آگئی ہیں
یعنے یہ ان تمام صداقتوں پر مشتمل ہے جو متفرق طور پر پہلی کتابوں اور گزشتہ انبیاءؑ
کے صحیفوں میں منتشر تھیں +

(۵) اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔ (طارق ع۸۶ آیت ۱۴) یقیناً یہ فیصل کُن قول ہے

(۶) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل ع۱۶ آیت ۹)
اور نازل کی ہے ہم نے تجھ پر یہ کتاب ہر ایک چیز کو کھولکر بیان کرنے کے لئے یعنے
قرآن شریف ہر ایک دینی صداقت اور حکمت کے بیان میں ایک دائرہ کی طرح محیط
ہے جس سے کوئی صداقت باہر نہیں +

(۷) حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ (قمر ع۵۴ آیت ۶) یہ انتہائی درجہ کی حکمت ہے یعنے
جسقدر مفاسد باطنی اور امراض روحانی ہیں ان سب کا بہتر سے بہتر علاج اس میں
موجود ہے اور جسقدر علم الٰہی کے دقائق صدہا دفتروں اور طول طویل کتابوں میں لکھے گئے
تھے اور پھر بھی ناقص اور ناتمام تھے وہ تمام اس میں بالاستیفاء مذکور ہیں +

(۸) اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (عنکبوت
ع۲۹ آیت ۵۲) کیا انھیں یہ نشان کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ (ان پڑھ شخص) پر ایسی
عظیم الشان کتاب نازل کی ہے جو انھیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے +

(۹) مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (تکویر ع۸۱ آیت ۲۴) یہ کتاب غیب کے
بیان کرنے میں بخیل نہیں ہے۔ یعنے نہایت کثرت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہے +

(۱۰) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ
(واقعہ ع۵۶ آیت ۷۸ و ۷۹) یقیناً یہ نہایت قدر و منزلت والا اور سخی قرآن ہے جو چھپی
ہوئی کتاب میں ہے اسے کوئی نہیں چھوتا سوائے انکے جو پاک کئے گئے ہیں یعنے یہ کتاب

وراء الوراء علوم و معارف بہا دی ہے جو ہر ایک پر نہیں کھلتے انھیں پر کھولے جاتے ہیں جنھیں اللہ تعالےٰ نے پاک کیا ہو +

(۱۱) وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (اعراف ۷ - آیت ۵۳) ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم اِن لوگوں کے پاس ایسی کتاب لائے ہیں جو باوجودیکہ نہایت عظیم الشان اور بیش از بیش علم پر مشتمل ہے ہم نے اسکو مفصل کیا ہے۔ یعنے قرآن کریم باوجود نہایت باریک سے باریک علوم پر مشتمل ہونیکے مجمل نہیں بلکہ مفصل ہے +

(۱۲) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (القلم ۶۸ آیت ۵۳) اور نہیں ہے یہ کتاب مگر تمام جہانوں کی فطرتوں کو بیدار کرنیوالی +

اسی طرح اور بھی کثیر التعداد آیات ہیں جو قرآن کریم کی خوبیوں اور کمالات کو بیان کرتی اور اسکی بے نظیری کے وجود کو ظاہر کرتی ہیں +

علاوہ ان تمام خوبیوں کے جن کا حصر نہیں کیا جا سکتا نظم قرآن کریم یعنے قرآن کریم کی عبارت بھی نہایت اعلےٰ طور پر بے نظیر ہے اور اسقدر محاسن اپنے اندر رکھتی ہے جن کا کلام بشر میں پایا جانا تو درکنار انھیں شمار میں لانا بھی انسانی مقدور سے باہر ہے کیونکہ جسقدر اسمیں زیادہ تدبر کیا جائے اسی قدر اسکی خوبیاں زیادہ ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس بحر کلماتِ ربانی کا کوئی پایاں نہیں ملتا + محمد اسمٰعیل۔

درس بخاری شریف

باب وفات موسیٰ علیہ السلام

(از افاضات حضرت اولوالعزم خلیفہ ثانی)

صکہ۔ اسے تھپیڑ مارا +

انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موقعہ دیا جاتا ہے۔ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موت آنے سے پہلے انبیاء سے پوچھا جاتا ہے کہ تمھیں اب موت آتی ہے +

کی قدردانی سے ہفتہ وار ہو جائے گا۔ اور چاہیئے بھی ضرور۔ کیونکہ مہینے کے بعد تو پچھلے مضمون کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ فی الحال ماہوار ہے۔ اور **ایک روپیہ سالانہ چندہ** ہے جو منی آرڈر بھیجنا چاہیئے + **صادق** ۔ قادیان +

گورنمنٹ برطانیہ کی چالیس برکات

سلسلہ احمدیہ کے بانی علیہ السلام کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں گورنمنٹ برطانیہ کی برکات کا ذکر نہ ہو۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے یہ کارروائی بہت مفید اور بروقت کی ہے کہ ایک ٹریکٹ شائع کرنا شروع کیا ہے جس میں چالیس برکات حکومت برطانیہ گنائی ہیں پھر حضرت مسیح موعودؑ کی متعدد کتب سے اقتباس دیئے ہیں جس کو پڑھ کر حکومت کے ساتھ وفاداری کا جذبہ جوش زن ہوتا ہے۔ یہ ٹریکٹ احمدیوں کے علاوہ غیر احمدیوں میں بھی کثرت سے تقسیم کرنا چاہیئے۔ بپتہ **صادق** ۔ قادیان +

جیون لاہور

یہ رسالہ لالہ چرنجی لال صاحب پریم نے شائع کرنا شروع کیا ہے آریہ مذہب کے مسائل کی تائید اور دیگر مذاہب کی تردید اس سے ہوتی ہے۔ پریم صاحب بہ نسبت دوسرے آریہ کے معقولیت سے گفتگو یا تحریر کرتے ہیں مگر پھر بھی وہ عالمانہ متانت کا رنگ نہیں۔ جو مذہبی مناظروں میں ہونا چاہیئے۔ مگر پھر بھی غنیمت ہے پریم صاحب کا ارادہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنا رسالہ **آریہ مسافر** کا قائمقام بنادیں۔ **چندہ سالانہ عار** جیون لاہور +

حیدرآبادی ترجمہ قرآن مجید اور تفسیری نوٹ مولانا میر محمد سعید صاحب میر مجلس انجمن احمدیہ نے مکمل ترجمۃ القرآن شائع کیا ہے جو حضرت مولانا نورالدین رض خلیفہ اول کے درس سے ماخوذ ہے اور اخیر میں تفسیری نوٹ دیئے ہیں۔ جو آپ سبقاً پڑھ کر لکھے گئے ہیں۔ آپکے درس کے نوٹوں اور دیگر بزرگان سلسلہ کی تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں ہمارے احباب جبتک ترقی اسلام کیطرف سے مکمل ترجمہ قرآن شریف شائع نہیں ہوتا اور انھیں مکمل ترجمہ قرآن کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے مترجم قرآن خریدنے پڑتے ہیں یہ احمدی ترجمہ و تفسیر خریدیں۔ دفتر

تتمہ اطلاعات ٹائیٹل صفحہ ۲ پر ہے +

حضرت موسیٰ اپنی قوم کو ارض مقدسہ میں پہنچانے کے وعدہ پر لے چلے۔ اور رستہ میں ہی انکی وفات کا وقت آگیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو جیسا کہ حضرت مسیح موعود کو بھی خبر دیگئی خبر دی۔ کہ اب آپکی وفات کا وقت آگیا ہے۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ایک اللہ تعالےٰ کے بندے کو موت و حیات میں اختیار دیا گیا پس اس نے رفیق اعلےٰ کو پسند کر لیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ جب نبی کریم صلعم نے یہ فرمایا تو میں نے سمجھ لیا کہ اب آپ کی وفات کا وقت آگیا ہے +

چونکہ حضرت موسیٰ بظاہر ایک بات میں ناکام ہوتے معلوم ہوئے۔ اس لئے ان کو خواہش ہوئی کہ میں اور جیوں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو فرمایا۔ اچھا موسیٰ کسی بیل کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دو جتنے بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آجاوینگے۔ اُتنے سال تمھیں اور زندگی دی جاویگی۔ پھر اسکے بعد موت تب حضرت موسیٰ نے سوچا کہ بہر حال مرنا تو ہے ہی۔ نہ معلوم آیندہ کن کن مشکلات کا سامنا ہو۔ اس لئے آپ نے موت کو ہی اختیار کیا +

یہ تھپیڑ وغیرہ فرشتے کو مارنا کشفی رنگ میں ہو سکتا ہے ورنہ یہ تمام انبیاء کی تعلیم کے برخلاف ہے کہتے ہیں یعقوب کو جب کشف میں دکھلایا گیا۔ تو وہ اللہ تعالےٰ سے کشتی کرتے رہے۔ کشفی حالت میں انسان کا جو جی چاہے وہ کرے +

ارض مقدسہ۔ شام۔ نبہان کا سارا علاقہ +

رمیۃ بحجر۔ ایک پتھر کے پھینکنے کے فاصلہ جتنا۔ حضرت موسیٰ ارض مقدسہ کے بہت قریب تھے۔ آپ نے دُعا کی۔ کہ الٰہی مجھے اور اس سے بھی نزدیک کر دے۔ چنانچہ آپ اور آپ کی قوم اور قریب ہو گئے +

یہود نے حضرت موسیٰ کے حکم کے خلاف کیا تھا۔ اس لئے ان کو یہ سزا ملی کہ چالیس سال تک جب تک کہ موجودہ لوگ فنا ہوں۔ پھر ان کی اولاد اس زمین میں جائیگی +